قانونِ شریعت

کی

حفاظت

یعنی ساردا ایکٹ کے خلاف وہ اہم مضمون جس کے ذریعے سے مرکزی مجلس تحفظ ناموس شریعت کی ہدایت کے ماتحت تمام ہندوستان میں ۱۷ جنوری ۱۹۳۰ء عیسوی کو منعقد شدہ احتجاجی جلسوں میں گورنمنٹ پر کامل اتمام حجت کردیا گیا

حسب فرمائش

مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی

اقبال پرنٹنگ ورکس دہلی میں سید شفیع الدین نے طبع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

امابعد۔ بزرگان ملت او معزز حاضرین آج آپ حضرات کا اجتماع اس لئے ہوا ہے کہ ایک مرتبہ پھر سارد ا ایکٹ کے خلاف آپ اپنے صحیح جذبات وحسیات کا اظہار کریں اور یہ عہد کرکے اٹھیں کہ اگر ارباب حکومت نے اپریل سے پہلے اس ناپاک قانون سے مسلمانوں کو مستثنیٰ نہیں کیا تو پھر ہم اس قانون کو کبھی نافذ نہ ہونے دیں گے اور حکومت کو ہر ممکن طریقہ سے مجبور کریں گے کہ وہ اس قانون کو بحق اہل اسلام منسوخ کرے اور آیندہ کے لئے مسلمانوں کے مذہبی وشخصی قانون کی حفاظت کے لئے ایک محکم اصول وضع کرے اور مسلمانوں کے مذہبی نظام کو قانوناً تسلیم کرے۔ اس لئے اس وقت کسی مزید تقریر کی حاجت نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہے کہ سارد ا ایکٹ کے نقصانات پر مذہبی واخلاقی حیثیت سے کوئی روشنی ڈالی جائے۔ لیکن ممکن ہے کہ بعض حضرات آج بھی اس امر کے سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آیا سارد ا ایکٹ مذہب میں مداخلت کرتا ہے یا نہیں یا یہ کہ اس کے کیا نتائج بعواقب ہونگے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند کا وہ مکتوب پڑھکر سنا دیا جائے جو آپ نے لارڈ اروِن وائسرائے ہند کو اوائل ماہ نومبر ۲۹ء میں لکھا تھا اور جو معلومات ودلائل شرعیہ سے مملو ہے۔ وہو ہذا

جناب والا!

مسودۂ قانون جو پہلی منزل میں سارڈا بل کے نام سے مشہور تھا اب ہز ایکسلنسی علی گورنر جنرل کی منظوری کے بعد ایکٹ نمبر ۱۹ بابتہ ۱۹۲۹ء بن چکا ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ جناب والا کو ان احساسات اور جذبات سے باخبر کردوں جو مسلمانوں کی طبائع میں اس قانون کے خلاف موجزن ہیں اور ان وجوہ کی بھی تصریح کردوں جن کی بنا پر مسلمان اس قانون سے

ناراض ہیں اور کسی طرح اس کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔

(ساردا ایکٹ) ایکٹ ۱۹ بابتہ ۱۹۲۹ء سے مسلمانوں کی بیزاری کی وجوہ یہ ہیں

(الف) گورنمنٹ کے وعدوں اور اعلانوں کے خلاف ہے۔

(ب) اس سے مذہبی مداخلت ہوتی ہے۔

(ج) مسلمان قوم کی نارضامندی کے باوجود اس کا اطلاق مسلمانوں پر کیا گیا ہے۔

(د) اس کی حیثیت آئینی نہیں بلکہ جبری ہے۔

(ہ) اس قانون کے پاس ہوجانے سے ایک ایسا خطرناک اصول قائم ہوگیا جس سے مسلمانوں کے مخصوص شرعی قانون (پرسنل لاء) میں مداخلت کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس کے محفوظ رہنے کا کوئی اطمینان نہیں رہا۔

میں ان نمبروں میں سے ہر نمبر پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالتا ہوں

(۱) گورنمنٹ برطانیہ نے ہمیشہ اس وعدے کا اعلان کیا ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔ ملکہ وکٹوریہ کا ابتدائی اعلان اور ان کے جانشینوں کی پیہم تصدیق وتائید اس دعوے کا کافی ثبوت ہے۔ اور اس وقت سے آجتک گورنمنٹ نے مسلمانوں کی شادی (میریج) کو مذہبی امور میں داخل رکھا ہے اور اسی حیثیت سے اس کے متعلق تمام مقدمات محمڈن لا کے مطابق فیصل ہوتے رہے ہیں۔

پس ایک ایسے امر کے لئے جو اب تک قانونی طور پر مذہبی امور میں داخل اور قانونی مداخلت کے ناقابل تھا اسمبلی میں قانون بنانا جس کی سپارٹی غیر مسلم اور اسلام سے قطعاً ناواقف ہے اور گورنمنٹ کی جانب سے اس کی حمایت وتائید ہونا اور سرکاری ارکان کا اس کی موافقت میں ووٹ دینا گورنمنٹ کی قدیم شہرہ پالیسی کی قطعاً خلاف ورزی ہے۔

(۲) اس سے مذہبی مداخلت ہوتی ہے۔

اس بات کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ میں مذہبی مداخلت کا مفہوم بھی واضح کردوں۔ مذہبی مداخلت کے مفہوم کی دو جہتیں ہیں۔

مذہبی مداخلت کے مفہوم کی پہلی جہت

(۱) جن امور کو مذہب نے فرض یا واجب قرار دیا ہو۔

(مثال) نماز روزہ حج۔ جب مرد یا عورت بالغ ہو جائے اور قوی الشہوت ہونے کی وجہ سے زنا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اُن کے لئے نکاح کرنا وغیرہ۔

(۲) جو امور کہ مذہب کے شعائر میں داخل ہوں۔

(مثال) اذان۔ ختنہ۔ بستی سے باہر عید کی نماز کے لئے اجتماع وغیرہ۔

(۳) جن امور کو مذہب نے مؤکد یا مستحسن قرار دیا ہو۔ ان کی ترغیب دی ہو اور ثواب کا وعدہ کیا ہو۔

(مثال) نفل نماز، نفل روزہ۔ نفل حج ایک سے زیادہ قربانی۔ محلوں اور عام راستوں پر مسجدیں بنانا وغیرہ۔

(۴) جن امور کو شریعت نے جائز قرار دیا ہو اور ان پر عمل کرنا ایک مذہبی حق سمجھا جاتا ہو

(مثال) ایک سے زیادہ بیویوں سے نکاح کرنا۔ قربانی کے مختلف جانوروں میں سے کسی جانور کو منتخب کرنا وغیرہ۔

مذکورہ بالا چاروں قسموں میں جو امور داخل ہیں ان میں سے کسی ایک کو روکنا یا جرم قرار دینا یا ایسی پابندی عائد کرنا جس کا نتیجہ فی الجملہ ترک فعل پر مجبور کرنا ہو مذہبی مداخلت ہے۔

اب میں یہ دکھلا دینا چاہتا ہوں کہ اس قانون کے ذریعہ سے جو پابندی عائد کی گئی ہے وہ ان چاروں بیان کردہ صورتوں کے لحاظ سے مذہبی مداخلت ہے۔

(۱) مذہبی مداخلت کی پہلی صورت یعنی کسی فرض یا واجب سے روکنا

جب کہ لڑکا ۱۸ سال سے پہلے بالغ ہو جائے یا لڑکی ۱۴ سال سے پہلے بالغ ہو جائے اور قوائے جسمانیہ کے قوی اور مستحکم ہونے کی وجہ سے اُس کے زنا میں مبتلا ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ولی پر اور خود لڑکے اور لڑکی پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ نکاح کرلے۔

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پیغمبر اسلام (ارواحنا فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثماً فانما اثمہ علی ابیہ

ترجمہ۔ جس کسی کو حق تعالےٰ کوئی بچہ (لڑکا یا لڑکی) عطا کرے تو اسے چاہیئے کہ بچّے کا اچھا نام رکھے اور اچھی تعلیم دے اور جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے۔ اگر بچہ بالغ ہو گیا اور باپ نے اس کا نکاح نہ کیا اور بچّے سے گناہ سرزد ہو گیا تو اس کا وبال اس کے باپ پر ہوگا۔

اور پیغمبر اسلام (ارواحنا فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔

فی التوراۃ مکتوب من بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوجہا فاصابت اثما فاثم ذلک علیہ۔ (رواہ البیہقی کذا فی المشکوۃ)

ترجمہ:۔ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کی ہو جائے (بالغ ہو کر نکاح کی حاجتمند ہو) اور باپ اس کا نکاح نہ کرے اور لڑکی سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔

اور شریعت اسلامیہ کا اصول یہ ہے کہ انجیل یا تورات کا جو حکم پیغمبر اسلام نے نقل فرما کر اس کے خلاف کچھ نہ فرمایا ہو تو وہ مسلمانوں کے لئے بھی شرعی حکم ہو جاتا ہے۔

فقہ اسلامی

وفی حالۃ التوقان واجب (فتاوی ہندیہ معروف بہ فتاوی عالمگیریہ)

ترجمہ: نکاح بوقت شدت حاجت واجب ہے۔

(ویکون) واجبا عند التوقان (فان تیقن الزنا الا بہ فرض) (درمختار)

ترجمہ:۔ اور بشدت حاجت کے وقت نکاح واجب ہوتا ہے اور اگر بغیر نکاح رہنے میں صدور زنا یقینی ہو جائے تو فرض ہو جاتا ہے۔

ویجب عند التوقان (البرہان شرح مواہب الرحمان)

ترجمہ:۔ یعنی شدت اشتیاق کے وقت نکاح واجب ہو جاتا ہے۔

وقسمہ فرض وواجب وسنۃ الی اما الاول فبان یخاف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج بحیث لا یمکنہ الاحتراز عنہ الا بہ لان ما لا یتوصل الی ترک الحرام الا بہ یکون فرضا (بحر الرائق شرح کنز الدقائق)

ترجمہ:۔ اور احکام شرعیہ میں نکاح کی حیثیت یہ ہے کہ وہ بعض حالات میں فرض اور بعض میں واجب اور بعض میں سنت ہوتا ہے (الی قولہ) فرض ہونے کی حالت یہ ہے کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا کا ایسا خوف ہو کہ بدون نکاح کے زنا سے بچاؤ نہ ہو سکے گا۔ اس حالت میں فرض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کے بغیر حرام سے بچنا ممکن نہ ہو۔ وہ چیز حرام سے بچنے کے لئے فرض ہو جاتی ہے۔

فاما فی حال التوقان قال بعضھم ھو واجب بالاجماع لانہ یغلب علی الظن او یخاف الوقوع فی الحرام وفی النہایۃ ان کان لہ خوف الوقوع فی الزنا بحیث لا یتمکن من التحرز الا بہ کان فرضا۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ)

ترجمہ:۔ شدت احتیاج وشدت اشتیاق کی حالت میں بعض علماء نے کہا کہ نکاح کرنا بالاتفاق واجب ہے کیونکہ ایسی حالت میں نکاح نہ کرنے سے زنا میں مبتلا ہو جانے

کا خوف یا گمان غالب ہوتا ہے اور نہایتہ میں یہ ہے کہ اگر زنا میں واقع ہونیکا اتنا خوف ہو کہ بدون نکاح کے بچاؤ نہ ہو سکے تو نکاح کرنا فرض ہوجاتا ہے۔

اما من احتاج الی النکاح ولم یقدر علی الصبر دون النساء وخشی علی نفسہ العنت ان لم یتزوج فالنکاح علیہ واجب۔ انتہی مختصراً (مقدمات ابن رشد)

ترجمہ۔ بہر حال جو نکاح کا حاجتمند ہو بغیر عورت کے صبر نہ کر سکے اور زنا میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس پر نکاح واجب ہے۔

وقد یجب فی نحو خائف عنت تعین علیہ (القلیوبی علی شرح منہاج الطالبین فی فقہ الامام الشافعی)

ترجمہ۔ نکاح کبھی واجب ہوجاتا ہے مثلاً اس شخص کے لئے جس کو زنا میں مبتلا ہوجانے کا خوف ہو۔

پس ایسی صحیح الجسم لڑکی جو تیرہ سال کی عمر میں بالغہ ہوجائے اور ایسا ہی صحیح القوی لڑکا جو پندرہ یا سولہ سال کی عمر میں بالغ ہوجائے اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور خوف ہو کہ اگر ان کا نکاح نہ کیا گیا تو یہ فواحش میں مبتلا ہوجائیں گے۔ (خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کم ہو) تو ان کا نکاح کر دینا شرعاً واجب یا فرض ہے اور ساردا ایکٹ ان کو اس شرعی فرض یا واجب کی ادائیگی سے روکتا ہے اس لئے ان صورتوں میں مذہبی مداخلت کی صُوَرِ چہارگانہ میں سے پہلی صورت متحقق ہوجائے گی۔

(۲) دوسری صورت یعنی کسی اسلامی شعار سے روکنا

نکاح اسلامی شعار ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح (ترمذی)

ترجمہ۔ یعنی چار چیزیں انبیا علیہم السلام کی سنتیں ہیں۔ حیا۔ عطر لگانا۔ مسواک کرنا۔ نکاح کرنا
دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔
ان سنتنا النکاح شرارکم عزابکم (رواہ ابویعلی فی سندہ کذافی البرہان)
ترجمہ۔ یعنی نکاح ہماری سنت ہے تم میں سے جو مجرد ہیں وہ تم میں برے لوگ ہیں۔
تیسری حدیث میں فرمایا ہے۔ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی (کذافی فتح الباری والبرہان)
ترجمہ۔ یعنی نکاح میری سنتوں میں سے ہے تو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرا نہیں۔
پس کسی مسلمان لڑکے یا لڑکی کو جب کہ وہ بالغ ہو چکے ہوں دیگر قانونی عمر سے کم عمر رکھتے ہوں) یا ان کے اولیاء کو ایک ایسے امر سے روکنا جو شعار اسلامی ہے مذہبی مداخلت کی صُوَر چارگانہ میں سے دوسری صورت میں داخل ہے۔

(۳) مذہبی مداخلت کی تیسری صورت یعنی جن امور کو مذہب نے مؤکد یا مستحسن قرار دیا ہے اُن سے روکنا

قرآن کریم

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ (سورۂ نور)
ترجمہ۔ بے شوہر والی عورتوں اور بے بیوی والے مردوں کے نکاح کر دو۔
ایامٰی جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد ایّم ہے جو ایسے مرد کے لئے جس کی بیوی نہ ہو اور ایسی عورت کے لئے جس کا خاوند نہ ہو بولا جاتا ہے خواہ یہ بالکل بن بیاہے ہوں یا بیاہے ہوں۔ مگر پھر تنہا رہ گئے ہوں۔
مفردات راغب میں ہے۔ الایم ھی المراۃ التی لا بعل لھا وقیل للرجل الذی لا زوج لہ

ترجمہ۔ یعنی جس عورت کا خاوند نہ ہو اور جس مرد کی بیوی نہ ہو دونوں کو ایم کہا جاتا ہے۔

لسان العرب صفحہ ۴۰ جلد ۱۲ میں ہے۔ الایامی الذین لا ازواج لهم من الرجال والنساء ورجل ایم سواء کان تزوج قبل اولم یتزوج والایم من النساء التی لا زوج لها

ترجمہ۔ ایامٰی اُن مردوں کو جن کی بیویاں نہ ہوں اور ان عورتوں کو جن کے شوہر نہ ہوں کہا جاتا ہے۔ مرد کو خواہ اُس نے شادی کی ہو یا نہ کی مگر بغیر بیوی کے رہ جائے ایم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح عورت کو خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ مگر بے خاوند کی ہو ایم کہا جاتا ہے۔

اور انکحوا امر کا صیغہ ہے جو یہاں پر کم از کم استحباب مؤکد کے لئے ہے۔

تفسیر خازن میں ہے والامر المذکور فی الایۃ امر ندب واستحباب اجماع السلف علیہ

ترجمہ۔ صیغہ امر اس آیۃ میں ندب و استحباب کے لئے ہے کیونکہ سلف کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے۔

نہی (لے صیغۃ الامر فی قولہ وانکحوا) علی الندب لا علی الاباحۃ دمقدمات ابن رشد صفحہ ۲۲ جلد ۲

ترجمہ۔ یعنی اس آیت میں امر کا صیغہ ندب کے لئے ہے نہ اباحت کے لئے۔

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من تزوج فقد استکمل نصف الایمان

ترجمہ۔ یعنی جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنا آدھا ایمان کامل کر لیا۔

(۲) اور فرمایا من تزوج ثقۃ باللہ واحتسابا کان حقا علی اللہ ان یعینہ وان یبارک لہ (طبرانی کذا فی جمع الفوائد)

ترجمہ۔ یعنی جو شخص خدا تعالےٰ پر بھروسہ کر کے بہ نیت ثواب نکاح کرے گا خدا تعالےٰ ضرور اس کی امداد فرمائے گا اور برکت دے گا۔

(۳) یا علی ثلاث لا تؤخرها الصلوۃ اذا آنت والجنازۃ اذا حضرت

(رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ)

والایم اذا وجدت لہا کفواً

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تین چیزیں ایسی ہیں جن میں تاخیر اور دیر نہ کرنا۔ نماز جب اس کا وقت آجائے۔ جنازہ جب تیار ہو جائے۔ اور بے خاوند کی عورت جب اس کے لائق رشتہ میسر ہو جائے۔

ان حدیثوں کے علاوہ وہ حدیثیں بھی ملاحظہ کی جائیں جو دوسری صورت کے بیان میں اوپر لکھی جا چکی ہیں۔ ان تمام احادیث اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث سے نکاح کی فضیلت اور اس کا مستحب موکد ہونا صراحۃً ثابت ہوتا ہے اور حضرت علی کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مناسب رشتہ اور کفو میسر ہونے پر نکاح میں تاخیر اور دیر کرنی ناجائز ہے کیونکہ لڑکیوں کے لئے سب سے زیادہ اہم بات یہی ہے کہ اچھے اور لائق خاوند مل جائیں اور یہ ہر وقت میسر نہیں ہوتے اس لئے ایسا رشتہ ملنے کی صورت میں نکاح کر دینے اور تاخیر نہ کرنے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔

روایات فقہیہ

(۱) ویسن حالۃ الاعتدال۔ (البرہان شرح مواہب الرحمان)

یعنی نکاح حالت اعتدال میں بھی یعنی اگرچہ شدت حاجت نہ ہو مسنون ہے۔

(۲) ویکون سنۃ مؤکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ (در مختار)

یعنی نکاح سنت مؤکدہ ہے۔ پس اس کے ترک سے گنہگار ہوگا۔

(۳) فہو انہ فی حالۃ الاعتدال سُنۃ مؤکدۃ۔ (فتاوی عالمگیری)

یعنی درمیانی حالت میں نکاح سنت مؤکدہ ہے۔

(۴) قال الحنفیۃ ہو عبادۃ (فتح الباری) یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ نکاح ایک عبادت ہے

(۵) لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم الی الان ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان (در مختار)

یعنی ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہو کر اب تک قائم رہی ہو۔ اور پھر جنت میں بھی برقرار رہے مگر نکاح اور ایمان۔

پس قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ اسلامی سے نکاح کا مسنون اور کم از کم مستحب مؤکد ہونا ثابت ہوتا ہے اور سارہ ابل کے ذریعہ سے ایک مدت معینہ تک اس کی ممانعت اور بندش ہوتی ہے۔ اس لئے یہ مذہبی مداخلت کی تیسری صورت میں داخل ہے۔

تنبیہ۔ واضح رہے کہ اگر لڑکا اور لڑکی نابالغ اور ناقابل مباشرت بھی ہوں جب بھی اُن کے عقد نکاح کو منع کرنا اور جُرم قرار دینا مذہبی مداخلت ہے اور اگر بالغ ہوں مگر ۱۴ اور ۱۸ سال سے کم عمر رکھتے ہوں تو پھر عقد نکاح اور مباشرت دونوں پر بندش عائد کرنا مذہبی مداخلت ہے۔

(۴) مذہبی مداخلت کی چوتھی صورت یعنی ایسے امور سے روکنا جو صرف جائز ہیں مگر مذہبی حق سمجھے جاتے ہیں

چھوٹے بچوں اور چھوٹی بچیوں کا نکاح کر دینا اگرچہ ضروری اور لازمی نہیں ہے مگر اسلام نے اسے جائز رکھا ہے۔ اور اس سے منع نہیں کیا۔ اور یہ حق ایک اسلامی حق قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ثبوت میں دلائل ذیل ملاحظہ ہوں

قرآن کریم

(۱) واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائی لم یحضن (سورۃ ... ن)

ترجمہ۔ تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں کہ حیض سے (بوجہ پیرانہ سالی کے) ناامید ہو جائیں اگر تمہیں ان کے بارے میں شک و شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جو

کی بھی جنہیں ابھی تک حیض آنا شروع نہیں ہوا۔

اسلامی قانون نے غیر حاملہ عورت کے لئے طلاق کی عدت تین حیض قرار دی ہے مگر جن عورتوں کو پیرانہ سالی کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو یا ایسی منکوحہ لڑکیاں جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا اس آیت میں اُن کی عدت بیان کی گئی ہے کہ یہ دونوں قسم کی عورتیں تین مہینے عدت گزاریں۔

اس آیت میں غیر حائضہ نابالغہ لڑکیوں کی عدت کا حکم بیان کرنا اس کی دلیل ہے کہ نابالغہ لڑکیوں کا عقد نکاح جائز ہے۔ ورنہ طلاق اور اس کی عدت کا حکم بیان کرنے کے کچھ معنے نہیں ہو سکتے۔

یہاں پر کہا جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے ایسے نکاح ہوتے تھے اور ان کی وجہ سے کم عمر منکوحہ بچیوں کو طلاق دینے کے واقعات پیش آتے تھے اس لئے اُن کی عدت بیان کر دی گئی ہے۔ پس اس آیت سے ایسے نکاح کر دینے کا جواز نہیں نکلتا۔

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق کی عدت بتانا اور نکاح جس پر طلاق مرتب ہوتی ہے اس کے حکم سے سکوت فرمانا نکاح کے جواز کی صریح دلیل ہے۔ اگر ان بچیوں کا نکاح ناجائز ہوتا تو ضرور اس کی تصریح بھی یہیں پر کر دی جاتی جب اس کے عدم جواز کی تصریح نہیں کی گئی اور اُن کی طلاق کی عدت بتائی گئی تو نکاح کے جواز میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

(۲) وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء (سورۃ النساء)

ترجمہ: اگر تمہیں خوف ہو کہ یتیمہ بچیوں کے بارے میں تم انصاف نہ کر سکو گے تو انہیں چھوڑ کر اور جو عورتیں تمہیں اچھی معلوم ہوں ان سے نکاح کرو۔

اس آیۃ کا مطلب جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے یہ ہے کہ جن لوگوں کی تربیت میں یتیم بچیاں ہوتی تھیں اور وہ صاحب مال یا جمال ہوتی تھیں

تو یہ ولی اُن کے ساتھ نکاح کر لیتے تھے اور تھوڑا سا مہر مقرر کر دیتے تھے۔ اور اگر وہ صاحب مال و جمال نہ ہوتیں تو پھر خود نکاح نہیں کرتے تھے اور دوسرے رشتے تلاش کرتے تھے تو حق تعالےٰ نے ان کو اس ناانصافی سے منع کیا ہے۔ فرمایا کہ اگر تم ان بچیوں سے انصاف کا معاملہ نہ کرو اور پورا مہر نہ باندھو تو ان کے ساتھ نکاح مت کرو۔ یعنی اگر اُن کے ساتھ انصاف کرو اور پورا مہر باندھو تو نکاح جائز ہے۔ ممانعت صرف ناانصافی کی صورت میں ہے

یہ ایسے اولیاء کے لئے حکم تھا جن کے لئے زیر تربیت یتیمہ بچیوں کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہوتا ہے۔ جیسے چچازاد بھائی وغیرہ۔ پس اس آیۃ سے بھی یتیمہ بچیوں کے ساتھ (صغر سنی میں) نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے صرف ناانصافی کی صورت میں نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ حکم ممانعت اولیاء کو اسی حالت میں دیا جا سکتا ہے جب کہ یتیمہ ابھی خود مختار نہ ہوئی ہو اور ولی اپنے اختیار سے ناانصافی کے ساتھ عقد کر لے۔

اور یتیم اور یتیمہ کا اطلاق انہیں بچوں پر آتا ہے جن کے باپ کا انتقال ہو گیا ہو اور وہ ابھی نابالغ ہوں۔

مفردات راغب میں ہے۔ الیتم انقطاع الصبی عن ابیہ قبل بلوغہ منفرد

ترجمہ۔ یعنی بچے کا نابالغی کی حالت میں بن باپ کے رہ جانا یتیمی ہے۔

تاج العروس شرح قاموس میں ہے وھو یتیم مالم یبلغ الحلم فاذا بلغ زال عنہ اسم

ترجمہ۔ یعنی بچہ اس وقت تک یتیم کہلاتا ہے جب تک بالغ نہ ہوا اور جب بالغ ہو جائے تو یتیم کا اطلاق اس پر سے اٹھ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں بھی اس کی تصریح ہے لا یتم بعد الحلم

(کذا فی فتح القدیر) یعنی بلوغ کے بعد یتیمی نہیں رہتی۔

پس جس طرح آیۃ کے پہلے حصے سے نابالغ لڑکیوں کے نکاح کا جواز ثابت

ہے۔ اسی طرح دوسرے حصہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء سے بھی جواز ثابت ہوتا ہے کہ اس میں بالغہ نابالغہ کی کوئی قید نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زیر تربیت یتیم بچیوں کو چھوڑ کر دوسری جن عورتوں سے چاہو نکاح کرو خواہ وہ بالغہ ہوں یا نابالغہ۔

یہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ نسار کا لفظ بالغہ عورتوں پر ہی بولا جاتا ہے مگر ایسے ہی شخص کا قول ہو سکتا ہے جسے نہ قرآن مجید کے احکام کی خبر ہے نہ الفاظ کی نہ وہ عربی زبان سے واقف ہے نہ عربی لغت سے۔

قرآن مجید میں آیتہ میراث میں وان کن نساء موجود ہے۔ یعنی اگر میت کی اولاد میں دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو ان کا حصہ باپ کے ترکہ میں ⅔ ہے۔

یہاں نسار کا لفظ ہے اور ایک دن کی بچی بھی اس حکم میں داخل ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ نابالغہ لڑکیوں کے لئے باپ یا ماں کے ترکہ میں حصہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ لفظ نسار میں داخل نہیں ہیں۔ اسی طرح بہت سی آیتوں میں لفظ نسار میں بچیاں اور پوری عورتیں شامل رکھی گئی ہیں۔

(۳) وانکحوا الایامیٰ منکم (سورۂ نور) اس آیتہ میں بھی نابالغہ اور بالغہ سب داخل ہیں۔ کیونکہ ایم بن عورت کے مرد اور بن شوہر کی عورت کو کہتے ہیں خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ اور جب کہ تیرہ سال کی لڑکی بالغہ ہو جائے یا ۱۵-۱۶ سال کا لڑکا بالغ ہو جائے تو اس امر استحباب کا اس کے متعلق ہو جانا ظاہر ہے۔ اور بلوغ سے پہلے بھی جب کہ اچھا رشتہ میسر ہوتا ہو تو صرف عقد نکاح کر دینا بھی اسی کے ماتحت داخل ہے۔

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس میں قولی اور فعلی دونوں قسم کی روائتیں موجود ہیں۔

(۱) الانکاح الی العصبات (رواہ سبط ابن الجوزی کذا فی فتح القدیر)

ترجمہ۔ یعنی حضور نے فرمایا ہے کہ بچوں کے نکاح کر دینے کا اختیار عصبات کو ہے۔

(۲) وعن عائشۃ قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ست سنین وبنی بی وانا بنت تسع سنین (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور نے میرے ساتھ نکاح اس وقت کیا جب میں چھ سال کی تھی اور زفاف اس وقت کیا جب میں نو سال کی تھی (اور شوہر کے قابل ہو گئی تھیں)

(۳) وزوج صلی اللہ علیہ وسلم بنت عمہ حمزۃ رضی اللہ عنہ من عمر بن ابی سلمۃ وھی صغیرۃ (کذا فی فتح القدیر)

ترجمہ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچازاد بہن امامہ بنت حمزہ رضی کا نکاح عمر بن ابی سلمہ کے ساتھ ایسے وقت میں کر دیا کہ وہ صغیرہ تھیں۔

افعال صحابہ کرام

تزوج قدامۃ بن مظعون بنت الزبیر یوم ولدت (فتح القدیر)

یعنی قدامۃ بن مظعون صحابی نے حضرت زبیر رض کی لڑکی سے اس کے یوم ولادت ہی میں نکاح کر لیا۔

ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امہا فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا خطبہا عمر ابن الخطاب الی علی فقال انہا صغیرۃ الی قولہ فان رضیتہا فقد زوجتکہا (انتہے مختصراً کما فی الاستیعاب لابن عبد البر)

یعنی حضرت عمر رض نے ام کلثوم رض کے لئے جو حضرت علی رض کی حضرت فاطمہ رض سے صاحبزادی تھیں اپنے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علی رض نے عذر کیا کہ وہ ابھی بچی ہے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ میں خاندان نبوت کے ساتھ نسبت پیدا کرنے کا شرف حاصل

کرنا چاہتا ہوں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اچھا میں اس کے ہاتھ آپ کی خدمت میں ایک چادر بھیجتا ہوں وہ آپ کے سامنے آئے گی اگر آپ اس سے نکاح کرنا پسند کریں تو میں نے آپ کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

اسی طرح الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔

روایات فقہیہ

ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجہما الولی بکرا کانت الصغیرۃ او ثیبا (ہدایہ)

یعنی صغیر اور صغیرہ کا نکاح جائز ہے جبکہ ولی ان کا نکاح کرے۔ صغیرہ خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔

لقولہ تعالیٰ واللائی لم یحضن فاثبت العدۃ للصغیر وھو فرع تصور نکاحہا شرعاً وتزویجہ ابی بکر عائشۃ رضی اللہ عنہا وھی بنت ست نص قریب من المتواتر وتزوج قدامۃ بن مظعون بنت الزبیر مع علم الصحابۃ رضی اللہ عنہم نص فی فہم الصحابۃ عدم الخصوصیۃ فی نکاح عائشۃ (فتح القدیر)

یعنی صغیر اور صغیرہ کے نکاح کے جواز کی دلیل یہ آیت ہے واللائی لم یحضن کہ اس میں صغیرہ مطلقہ کی عدت بیان کی گئی ہے اور عدت جب ہی ثابت ہو سکتی ہے کہ اس کے نکاح کو شریعت نے معتبر رکھا ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی جانب سے حضرت عائشہ رضؓ کی کم عمری (چھ سال کی عمر) میں اُن کا نکاح کر دیا جانا ایسی نص ہے جو متواتر کے قریب ہے۔ اور قدامۃ بن مظعون صحابی کا حضرت زبیرؓ کی نوزائیدہ بچی سے صحابہ کرامؓ کے علم و اطلاع میں نکاح کر لینا اور کسی کا انکار نہ کرنا اس بات کی نص ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کی کم عمری کے نکاح کو آنحضرت صلعم کی خصوصیت نہیں سمجھا۔

ولنا قولہ تعالیٰ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء الآیۃ منع عن نکاحہن عند خوف عدم العدل فیہن فہذا فرع جواز نکاحہن عند عدم الخوف

یعنی صغیرہ کے نکاح کے جواز میں ہماری دلیل یہ آیتہ ہے فانکحو الخ کہ اس میں نا انصافی کے خوف کی حالت میں یتیمہ بچیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ جب نا انصافی کا خوف نہ ہو تو یتیمہ بچیوں کے ساتھ نکاح جائز ہے (اور یتیمہ وہی بچی ہے جو نابالغہ ہو۔

اجمع المسلمون علی تزویجہ بنتہ البکر الصغیرۃ (نووی شرح مسلم)

یعنی مسلمانوں کا اجماع (اتفاق ہے کہ باپ اپنی چھوٹی بچی باکرہ کا نکاح کر سکتا ہے۔

لولی الصغیر والصغیرۃ ان ینکحھما۔ (درمختار کذا فی الفتاوی العالمگیریہ)

یعنی صغیر اور صغیرہ کے ولی کو یہ حق ہے کہ ان دونوں کا نکاح کر دے۔

سواء کانت بکرا او ثیبا۔ (کذا فی العینی شرح الکنز) خواہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ۔

اسی طرح تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے ان سب کی عبارتیں نقل کر کے میں اس مکتوب کو طویل کرنا نہیں چاہتا۔

پس قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ اسلامی نے اولیاء کو یہ حق دیا ہے۔ اور یہ حق ان کا شرعی اسلامی حق ہے اس کو سلب کرنا ایسی ہی مداخلت ہے جس طرح کہ ایک سے زیادہ بیویوں سے نکاح کرنے کے شرعی حق کو یا گائے کی قربانی کرنے کے شرعی حق کو یا بر لب شوارع مسجد تعمیر کرنے کے شرعی حق کو قانون کے ذریعہ سے جرم قرار دینا مذہبی مداخلت ہے۔

میں یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ تمام مسلمانوں کا مذہبی اعتقاد یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا قانون ایسا کامل اور مکمل قانون ہے کہ اس میں قیامت تک کسی ترمیم تبدیل اضافہ یا کمی کی گنجائش نہیں ہے۔ غیر مسلم تو کجا کسی مسلمان کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسلامی قانون کے مقابلے میں کوئی دوسرا قانون وضع کرے یا اس کی تائید و حمایت کرے۔ پس اس اعتقاد و یقین کے ہوتے ہوئے وہ ایک آن کے لئے بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی ایسی

مضمون لکھا اور اس کو اسلامی شخصی قانون کے خلاف بتایا۔

(۱۵) ۱۱ اگست ۱۹۲۹ء کو جمعیۃ علماء ہند کی مجلس مرکزیہ کے اجلاس مراد آباد نے اس کے خلاف تجویز پاس کی اور وائسرائے اور پریسیڈنٹ اسمبلی اور ارکین اسمبلی کو بھیجی گئی۔ جماعتی کتب ع ۳۲۳

(۱۶) ۱۲، ۱۶ اگست ۱۹۲۹ء کے "الجمعیۃ" میں میرا ایک طویل مضمون دو قسطوں میں شائع ہوا جس میں اس قانون کی مخالفت کی گئی۔

(۱۷) اس کے بعد الجمعیۃ میں متواتر یکم ستمبر ۱۹۲۹ء، ۵ ستمبر ۱۹۲۹ء، ۹ ستمبر ۱۹۲۹ء، ۱۳ ستمبر ۱۹۲۹ء، ۲۰ ستمبر ۱۹۲۹ء، ۲۴ ستمبر ۱۹۲۹ء، ۲۸ ستمبر ۱۹۲۹ء اس کے خلاف مضامین لکھے گئے تار دیئے گئے اور صراحتہً بتایا گیا کہ یہ بل اسلامی پرسنل لاء کے خلاف ہے اس لئے مسلمان اسے ہرگز قبول نہ کریں گے۔

(۱۸) پھر اکتوبر میں یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء، ۵ اکتوبر، ۹ اکتوبر، ۱۳ اکتوبر، ۱۶ اکتوبر، ۲۰ اکتوبر، ۲۴ اکتوبر، ۲۸ اکتوبر کے الجمعیۃ کی اشاعتوں میں برابر اس سے اختلاف اور بیزاری کا اظہار کیا گیا۔ یہ اگرچہ بل کی منظوری کے بعد کے مضامین ہیں مگر میں نے اس لئے ذکر کر دیئے ہیں کہ جناب والا کو مسلمانوں کی عام بیزاری کی اطلاع بخوبی ہو جائے۔

(۱۹) ستمبر کے وسط سے تمام مسلم پریس اس کی مخالفت اور اظہار بیزاری میں ہم آہنگ ہے جن اخباروں کے مضامین میں نے خود دیکھے ہیں ان کے نام یہ ہیں:-

ہمدرد دہلی۔ الجمعیۃ دہلی۔ ملت دہلی۔ انقلاب لاہور۔ زمیندار لاہور۔ سیاست لاہور۔ سچ لکھنؤ۔ سرفراز شیعہ اخبار لکھنؤ۔ ہمت لکھنؤ۔ الامان دہلی۔ مہاجر دیوبند۔ الانصار دیوبند۔ عصر جدید کلکتہ۔ خلافت بمبئی۔ حقیقت لکھنؤ۔ امارت پھلواری شریف۔ ترجمان سرحد۔ شہاب راولپنڈی۔ اتحاد پٹنہ۔ الخلیل میرٹھ۔

(۲۰) بالعموم رہنمایان مذہب اور مقتدایان قوم نے اس سے بیزاری کا

اعلان کیا۔ مثلاً مولانا محمد علی صاحب۔ مولانا ظفر علی خان صاحب ڈاکٹر سر اقبال مولانا ابو المحاسن سید محمد سجاد صاحب نائب امیر الشریعت صوبہ بہار۔ مولانا محمد عرفان صاحب سکرٹری خلافت کمیٹی۔ میر غلام بھیک صاحب نیرنگ سکرٹری تبلیغ الاسلام انبالہ۔ مولانا ابو البرکات عبد الرؤف صاحب داناپوری۔ شمس العلما سید نجم الحسن صاحب مجتہد۔ مولانا سید ناصر حسین صاحب مجتہد۔ شمس العلما مولانا سبط حسن صاحب مولانا قطب الدین عبد الوالی صاحب مولانا عبید اللہ صاحب بھیرایونی۔ مولانا عمر دراز بیگ صاحب ناظم جمعیۃ العلما صوبہ متحدہ۔ مولانا سید ولایت حسین صاحب الہ آبادی وغیرہم۔

(۲۱) مذہبی حلقوں اور مذہبی اداروں نے بھی اس کو مذہب کے خلاف قرار دیا اور اس سے بیزاری کا اعلان کیا مثلاً جمعیۃ علما ہند۔ دار العلوم ندوۃ العلما۔ دار العلوم دیوبند۔ مظاہر العلوم سہارنپور۔ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔ اہلحدیث کانفرنس وغیرہ۔

(۲۲) ہندوستان کے بہت سے شہروں اور قصبوں میں جلسے ہوئے جنمیں ہزارہا مسلمانوں نے مجمع عام میں بالاتفاق اس بل کے مسلمانوں پر اطلاق سے ناراضی ظاہر کی اور اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ان مقامات اور جلسوں کی روداد بہت طویل ہے۔ اخبارات میں اطلاعات پیہم شائع ہوتی رہتی ہیں۔

(۲۳) ابھی حال میں ۲۷ اکتوبر کو دہلی میں ہندوستان کی متعدد مجالس اسلامیہ اور جمعیتہ ہائے قومیہ کے نمائندوں کا ایک جلسہ ہوا ہے اس میں بالاتفاق اس ایکٹ سے ناراضی اور بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے اور اس سے مسلمانوں کو مستثنےٰ کرانے کے لئے انتہائی قربانی تک کا تہیہ کر لیا گیا ہے یہ تجویز جناب والا کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے۔

ان تمام حقائق و واقعات کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی

ہے کہ اس قانون کا اطلاق مسلمان قوم کی ناراضی اور اظہار بیزاری اور عدم قبول کے صدمت کے باوجود مسلمانوں پر کیا گیا ہے جو اصول انصاف کے خلاف ہے۔

۴۔ مسلمانوں کے حق میں اسکی حیثیت آئینی نہیں بلکہ جبری ہے

اس کا بیان یہ ہے کہ فروری ۲۸ء میں اس بل کو رائے صاحب مسٹر ہربلاس سارڈا نے ایسے مسودے کی صورت میں پیش کیا تھا جو ہندو قوم کے ساتھ مخصوص تھا۔

اس کے بعد جب مجلس منتخبہ نے اس کو عام کر دیا اور دوبارہ یہ اسمبلی میں فروری ۲۹ء میں پیش ہوا تو اس پر یہ بجا اعتراض کیا گیا کہ چونکہ یہ بل مسلمانوں کے پرسنل لاء پر اثر انداز ہے اس لئے بغیر وائسرائے کی منظوری جدید کے زیر غور نہیں آسکتا اور گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ ۶۷ ضمن (۱) کا حوالہ دیا گیا لیکن باوجود اس کے اس پر غور کیا گیا حتی کہ پاس کر دیا گیا۔

میری گذارش یہ ہے کہ یہ کارروائی دفعہ ۶۷ ضمن (۱) کی صریح خلاف ورزی ہے اور جبکہ اصولی طور پر یہ اسمبلی میں وائسرائے کی منظوری کے بغیر پیش نہیں ہو سکتا تھا تو اس کے بعد کی تمام کارروائی مسلمانوں کے حق میں آئینی نہیں ہو سکتی اور اگر یہ ان پر نافذ کیا گیا تو یہ نفاذ آئینی نہیں بلکہ جبری ہوگا۔

میں یہ اوپر لکھ چکا ہوں کہ ستمبر ۲۸ء میں ۲۲ مسلمان ممبروں نے اس کو اپنے تحریری بیان میں اسلامی پرسنل لاء کے خلاف قرار دیا تھا اور مسٹر غزنوی نے مشہور علماء کا دستخطی فتویٰ بھی اسی مفاد کے لئے پیش کر دیا تھا تو اس کے بعد فروری ۲۹ء کی یہ کارروائی کہ اس کو بغیر جدید منظوری گورنر جنرل کے اسمبلی میں پیش کیا گیا کسطرح قابل قبول ہو سکتی ہے۔

اگر اسمبلی کی غیر مسلم اکثریت اس امر کا فیصلہ کرنے کی بھی مجاز بنا دی جائے کہ کوئی بل اسلامی پرسنل لاء کے خلاف ہے یا نہیں تو مسلمانوں کے لئے اس کے سوا چارہ نہ ہوگا کہ وہ ہندوستان میں اپنے مذہب کے غیر محفوظ ہو جانے کا یقین کریں اور اس قسم کے یقین تو کیا سرسری خیال کے نتائج بھی جناب والا سے مخفی نہ ہوں گے۔

۵- اس قانون کے پاس ہو جانے سے ایک ایسا خطرناک اصول قائم ہو گیا ہے جس سے مسلمانوں کے پرسنل لاء میں مداخلت کا دروازہ کھل گیا ہے

میں جناب والا کی توجہ اس گہرے اور عمیق رخنے کی طرف مبذول کرانا اپنا فرض سمجھتا ہوں جو اس قانون کے پاس ہو جانے سے مذہبی آزادی اور ہر مذہب کے پرسنل لاء کی حفاظت کی مضبوط دیوار میں پڑ گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مسلمان اپنے مذہب اور مذہبی احکام کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور انہیں اس کا بھی یقین ہے کہ اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے اس کا قانون الٰہی قانون ہے جس میں کسی قسم کی اصلاح و ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے اُن کے لئے اس قانون کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اسلام کے قوانین اور احکام نے اُن کو ایسے امور کی بابت قانون ساز مجالس کے مرہون منت ہونے سے ہمیشہ کے لئے بے نیاز کر دیا ہے۔

اگر آج اس رخنہ کو بند نہیں کیا گیا تو پھر جس نظریہ کو پیش نظر رکھ کر یہ قانون بنایا گیا ہے اور حفظان صحت اور خیر خواہی بنی نوع انسان کا جو شریف جذبہ اس کا محرک بتایا جاتا ہے اسی نظریہ اور اسی جذبہ کی بنا پر ایسے ایسے بل پیش ہو سکتے ہیں جن کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً کہا جائے گا کہ ایک مرد کے لئے

ایک سے زائد زوجہ کا ہونا صنف نازک پرظلم ہے اور یہ مرد کی صحت کے لئے بھی مضر ہے سوسائٹی کے لئے تعدد ازدواج نہایت خطرناک ہے اس لئے اس کو قانوناً جرم قرار دیا جائے۔ حالانکہ معلوم ہے کہ اسلام میں تعدد ازدواج جائز ہے اور نص قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اسی طرح مستورات کے لئے بے حجابی کی بابتہ کسی بل کا پیش ہونا کوئی مستبعد نہیں ہے کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ حجاب اور برقعہ پوشی سے مستورات کی صحت خراب ہوتی ہے اس کیوجہ سے اولاد کی صحت بھی اچھی نہیں رہتی۔ مستورات کی خرابی صحت کا اثر مرد کے مزاج وصحت پر پڑتا ہے سوسائٹی اس سے تباہ ہوتی ہے اس لئے مستورات کو حجاب اور پردہ میں رکھنے کو جرم قرار دیا جائے اور اس کے لئے بھی سزائیں تجویز کی جائیں۔

اور کچھ مدید زمانہ کے بعد کسی ایسے بل کا آنا بھی ممکن ہے جس کا منشا یہ ہو کہ شہر کی عام گذرگاہوں اور لب سڑک کسی قوم کے لئے معابد نہ بنائے جائیں بلکہ جو تعمیر شدہ ہیں اُن کو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ کیونکہ شہر کی تزئین اور عمدہ عمدہ سڑکوں کے بنانے میں ان سے رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں اور شہر کے مکانات جو معابد سے متصل ہوتے ہیں اُن کے رہنے والوں کو اُس آواز سے تکلیف ہوتی ہے جو عبادت کے لئے اُن معابد سے بلند کیجاتی ہے۔ بالخصوص علی الصباح نہایت سویرے جو اذان مسجدوں میں دیجاتی ہے وہ بہتوں کی نیند کو خراب کرتی ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ شہری آبادی کے آرام وآسایش کے لئے اذان پر قانونی پابندیاں عاید نہ کیجائیں اور شہر اور سڑکوں کی تزئین کے لئے اندرون شہر مساجد اور معابد کا بنانا جرم قرار نہ دیا جائے۔ اور ختنہ جو ایک شعار اسلامی ہے اس کو بھی بچوں پرظلم قرار دیکر کیا عجب ہے کہ قانوناً جرم قرار دیا جائے۔

روشن خیال اور شریعت اسلامیہ سے ناواقف اشخاص نہایت زور وشور سے اس قسم کے تمام بلوں کی تائید کریں گے جیسا کہ اس قانون کی حمایت بھی اسی قسم کے چند مسلمان

کر رہے ہیں۔ اور اس کے بعد جو فتنہ برپا ہوگا اس کا تصور بھی اس وقت ناممکن ہے۔

اور یہ کہ نکاح کو آج تک قانونی طور پر بھی مسلمانوں کے پرسنل لا میں داخل رکھا گیا تھا تو اگر آج اس قانون کے اسمبلی میں آنے اور پاس ہو جانے کی موجودہ صورت کو قبول کریں تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنے تمام اسلامی قانون (پرسنل لا) کو اسمبلی کی غیر مسلم اکثریت کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے کے لئے تیار ہو جائیں کیونکہ ہندوستان کی اسمبلی میں مسلمانوں کی اکثریت بظاہر حالات ناممکن ہے اور اس امر کے تصور سے بھی ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے۔

میں جناب سے درخواست کرونگا کہ اس معاملہ کو صرف اس نظر سے نہ دیکھیں کہ یہ قانون بچوں کی شادی کے انسداد کے لئے بنایا گیا ہے بلکہ اس کے عواقب و نتائج پر پورا غور فرما کر اس قانون کے ساتھ اس خطرناک اصول کا بھی آئندہ کے لئے سد باب کر دیں کہ مسلمانوں کے پرسنل لا کے متعلق کوئی قانون بھی اسمبلی میں بغیر مسلمان قوم کی متفقہ منظوری کے پیش کیا جاسکے۔

اس قانون کے لئے فرقہ شیعہ کی جانب سے کوئی قابل اعتنا شہادت ہی نہیں لی گئی۔ اور سنی فرقہ کی شہادت بھی نہایت کم اور ناقابل اعتنا ہے۔ کیونکہ مذہبی اداروں اور اسلامی آزاد حلقوں کی شہادت کا لعدم ہے۔

مصر اور بعض دیگر اسلامی حکومتوں کی نظیر پیش کرنی اس لئے فضول ہے کہ اسلامی حکومت و غیر مسلم اکثریت کے احکام میں تباین ہے جس کی تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔

اس وقت اس طویل مکتوب کے ملاحظہ کرنے کی جناب کو تکلیف دینے کی مجھے ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ سارا بل نے آخری مرحلہ آپ کی غیبت میں سے کیا اور اس وقت ... کے خلاف جس قدر آئینی اور قانونی کارروائیاں ہو سکتی

ہیں سب اختیار کی گئیں اور بار بار مختلف طریقوں سے توجہ دلائی گئی مگر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اب جبکہ آپ تشریف لے آئے ہیں تو میرا فرض ہے کہ ہیں جناب کے علم کے لئے تمام واقعات کو پیش کردوں۔ اُسی کے ساتھ وہ تمام دلائل وبراہین بھی اختصار کے ساتھ درج کردوں جن کی بنا پر مسلمان اس قانون کی مخالفت کرتے ہیں اور بحق اہل اسلام اسے منسوخ کرانا چاہتے ہیں۔ تاکہ جناب والا ان تمام امور پر غور کرسکیں اور ملاحظہ فرماسکیں کہ مسلمانوں کی اس قانون سے مخالفت کس قدر مضبوط اور مستحکم اصول ودلائل پر مبنی ہے۔ اور یہ کہ جمعیۃ علمائے ہند اور مجلس مشاورت نے جو ایک آخری فیصلہ اس قانون کے خلاف کیا ہے وہ کن ناگوار احوال واسباب کی بنا پر ہے۔ اس فیصلہ کی نقل جناب کی خدمت میں روانہ کی جا چکی ہے۔

آخر میں اس مکتوب کی طوالت کی بابتہ معافی چاہتا ہوں کہ اظہار حقیقت کے لئے اتنی طوالت ناگزیر تھی اور جناب کی نصفت پسندی اور آئین نوازی اور فرامین شاہی کی حرمت پروری سے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ جناب اس قانون کو بحق اہل اسلام منسوخ فرماکر مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں گے اور کسی ایسے ابتلاء و آزمائش کا موقعہ نہ آنے دیں گے جس کی کسی انصاف پسند فرمانروا سے توقع ہی نہیں ہوسکتی ہے۔

۷ نومبر ۱۹۲۹ء

محمد کفایت اللہ غفرلہٗ
صدر جمعیۃ علمائے ہند

معزز حاضرین و برادران ملت!

آپ نے اس مکتوب گرامی کو بغور سُنا اور اس سے آپ پر یہ حقیقت

واضح ہو گئی ہو گی کہ ساردا ایکٹ کن کن وجوہات ہمارے مذہب میں مداخلت کرتا ہے۔

وثانیاً یہ کہ یہ ایکٹ ایسا خطرناک وضع کیا گیا ہے کہ جس کے بعد ہمارے تمام اسلامی نصی احکام کا محفوظ رہنا خطرات سے خالی نہیں ہے۔

اور اسی مکتوب کے مضمون سے آپ پر یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اس قانون کے پاس ہونے سے پہلے بھی جمعیۃ علماء ہند اور دیگر اسلامی انجمنوں و اسلامی اخبارات نے حکومت کو کس قدر متنبہ کیا تھا۔ پھر اس قانون کے پاس ہو جانے کے بعد سے جمعیۃ علمائے ہند نے اسکے خلاف جسقدر ہندوستان کے طول وعرض میں ہیجان وبیداری پیدا کی وہ آپ حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن آجتک حکومت نے کوئی کروٹ نہیں لی اسلئے آج ہم سب لوگوں کو نہایت عزیمت کیساتھ یہ اعلان کرنا ہے کہ جمعیۃ علمائے ہند کی مجلس تحفظ ناموس شریعت اس قانون کو منسوخ کرانے اور حکومت سے ایک محکم اصول تسلیم کرانیکے لئے جس قسم کی قربانی کا حکم دیگی ہم سب دل وجان سے اسپر عمل کرینگے اور سول نافرمانی کا جو پروگرام مرکزی مجلس تحفظ ناموس شریعت ہمارے سامنے پیش کریگی اور عمل کرنیکا حکم دیگی توہم نہایت خوشی کیساتھ اسپر عمل کرینگے۔ اب اللہ تعالےٰ سے ہماری دعا ہے کہ ہمکو اس عزیمت پر قائم رکھے اور اس راہ میں جتنی مشکلات پیش آئیں ان سب کو حل کرنیکی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ شانہ وجل مجدہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں اس نیک مقصد میں کامیاب فرمائیگا کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور اسکے سچے بندے ہیں اور اسکے اصلی پرستار ونام لیوا ہیں۔ ہمیں باری عزاسمہ تو اپنے گنہگار بندوں کے دلوں کو اس قدر مضبوط فرما کہ وہ اسلام کے ناموس کی حفاظت میں ہر طرح ثابت قدم رہیں تاکہ ہندوستان کی سرزمین میں دین اسلام کا جھنڈا عزت ووقار کیساتھ ہمیشہ سربلند رہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین